بعد وفاتِ پیغمبر حضرت علیؑ کا صلح پسندانہ طرزِ عمل

رواداری کی چند مستند تاریخی جھلکیاں

غلامان امیر المومنین کے لئے لمحہ فکریہ

مولانا رضی الدین حیدر صاحب قبلہ، بانئ یادگار حسینی انٹر کالج، الہ آباد

تاریخ عالم ہی کی طرح تاریخ اسلام بھی کبھی متوقع اور کبھی غیر متوقع راہوں اور موڑوں سے گزری ہے۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ حالات کے فطری بہاؤ میں اچانک ایسا بھیانک تلاطم آجائے گا اور واقعات کی پُرسکون فضا میں دفعتاً یوں دھماکہ خیز انقلاب رونما ہوگا کہ لوگوں کا تاریخی عوامل کے منطقی تقاضوں پر سے عقیدہ ہی اُٹھ جائے گا۔ اور وہ بے نقاب نتائج کے تہہ در تہہ اسباب کی تلاش میں حیرت واستعجاب کا شکار ہوکر رہ جائیں گے۔

کسی شخصیت کے ان ظاہری اور باطنی کمالات کے لئے جو عقل وشعور اور ایمان وانصاف کی دنیا میں ہمیشہ عظمت وفضیلت کا معیار تسلیم کئے گئے ہیں، قرآن واحادیث اور تاریخ وسیر میں ناقابل انکار گواہیاں موجود ہیں۔ اور عقلائے زمانہ اور علمائے اسلام کے نزدیک وہ آج بھی محقق اور مسلّم ہیں۔ یکبارگی ان سب کو یک لخت نظر انداز کرکے تاریخ ایک ایسے موڑ پر آجاتی ہے جو حیرتناک اور تعجب خیز ہوتے ہوئے افسوسناک بھی ہے۔ ایسے اچانک اور دفعتہ ظاہر ہونے والے حالات وحادثات کو دیکھ کر سوا اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ صاف صاف اور کھُلے کھُلے اعلانات اور احتیاط وعرق ریزی کی مسلسل جدوجہد کے باوجود بعد پیغمبرؐ جس حکمت عملی کا ظہور ہوا اس کے سامنے ہوشیاری، چالاکی اور سازشی سرگرمیوں کی تمام داستانیں گرد ہوکر رہ گئیں..........

حیات حضرت ختمی مرتبت تک کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا جس سے یقینی طور پر یہ خیال قائم ہوسکے کہ حالات کبھی ایسا رُخ بھی اختیار کرلیں گے جیسا کہ ظاہر ہوئے۔ اگر ان کی ظاہری شکل وصورت میں کہیں خفیہ طور پر در پردہ وہ اسباب بھی چھپے رہے ہوں، جن کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ایک فاضل ہستی پر چند لوگوں نے ایکا کرکے کسی مفضول کو ترجیح دے دی تو یہ صورت حال اس اعتراف کے لئے مجبور کرتی ہے کہ ایسے عناصر موجود تو تھے مگر انھوں نے اپنی نقل وحرکت پر رازداری کا اتنا گہرا پردہ ڈالے رکھا کہ جب تک سقیفہ میں چاک ہوکر بالکل نمایاں نہ ہوگیا، اسلام میں حضرت علیؑ کی عظمت واہمیت میں تبدیلی کا کسی کو خیال تک نہ آیا۔

عظمت وفضیلت کے چند قرآنی شواہد

(آیۂ تطہیر) اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (سورۂ احزاب) نے طہارت ذات وصفات کی ضمانت لے لی۔

(آیۂ مباہلہ) قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَ اَبْنَآئَكُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآئَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ۔ (سورۂ آل عمران) نے ذات کو معیّن اور شخصیت کو نمایاں کردیا۔

(آیۂ ولایت) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْن۔ (سورۂ المائدہ) نے خصوصی عمل اور شخصیت مخصوص کی نشاندہی کردی۔

(آیۂ ہجرت) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ (سورۂ البقرہ) نے نفس کو مرضیٔ خالق کا پابند قرار دیا۔

(آیۂ امامت) جَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (سورۃ الانبیاء) کے ذریعہ سلسلۂ امامت کے الٰہی تقرر کا اعلان کیا۔

(آیۂ اطاعت) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ نساء) غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا گیا۔

(آیۂ مودّت) قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى۔ (سورۂ الشوریٰ) نے ان کی محبت کو اجرِ رسالت قرار دیا۔

(آیۂ اکملت) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ (سورۂ مائدہ) نے نازل ہوکر ضروریات دین کی مسلسل زنجیر میں اعتراف حاکمیت (امیر المومنینؑ) کی اس آخری اور ضروری کڑی کو بھی جوڑ دیا۔

چند احادیث نبویؐ

رسول اکرمؐ کے وہ تائیدی اقوال جن کے براہ راست سننے والے اس دور میں موجود تھے اور آج بھی سب مستند کتابوں میں مندرج ہیں۔ مثلاً:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

اَنَا وَعَلِىٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ۔

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِىٌّ بَابُهَا۔

يَا عَلِىُّ اَنْتَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى۔

يَا عَلِىُّ اَنْتَ اَخِىْ وَوَصِيِّىْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ضَرْبَةُ عَلِىٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِىٌّ مَوْلَاهُ۔

اور مثل اس کے بے شمار احادیث فضیلت وکرامت ذات امیر المومنینؑ کے بارے میں وقتاً فوقتاً بیان ہوتے رہے ہیں۔ جنھیں اجلّۂ علمائے اسلام نے اپنی کتابوں میں اسناد کے ساتھ متواتر نقل کیا ہے۔ اور علمائے تاریخ وسیر نے بھی انھیں اپنے اپنے مشہور زمانہ تصانیف میں جگہ دے کر انھیں تاریخ کا بھی جزء بنادیا ہے۔

آیات واحادیث اور تاریخ وسیر میں اتنے واضح اظہار واعلان کا اتنا مسلسل اور مکمل اہتمام اس ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ بعد پیغمبر اسلامؐ اسی ہستی کو جامعہ اسلامی کے سربراہ کی حیثیت سے تسلیم کرنا امانت ودیانت کا تقاضا تھا اور ان خصوصیات کے پس منظر میں اس فطری سوال.......... نبیؐ کے بعد کون؟.................. کا مکمل جواب موجود تھا۔ مگر تاریخی حادثات کی طویل فہرست میں اس دلدوز سانحہ کا بھی اضافہ ہونا تھا کہ ملت اسلامیہ کے اس عظیم اور بے مثال سربراہ اور قائد کی آنکھ بند ہوتے ہی ملت

کی تقدیر سوگئی۔ دینی احساس مردہ ہوگئے۔ اور مدینۃ الرسول کے مسلمان تدفین رسولؐ پر دنیوی مقاصد کو ترجیح دینے پر آمادہ نظر آئے۔ ان واقعات کی تفصیل میں جانا بدمزگی کا باعث ہوسکتا ہے اور یہ میرا مقصود نہیں۔ مجھے صرف اتنا بتانا تھا کہ قرآن واحادیث، اور تاریخ وسیر کی روشنی میں جو اہل ترین شخصیت اُبھرتی ہے وہ سیاسی داؤ پیچ کا شکار ہوکر سربراہ ملت ہونے کے بجائے ایک فرد ملت کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور اب دیکھنے کی بات یہی ہے کہ حقوق کی محرومی نفس میں انتقام وانحراف کی کیفیت پیدا کرتی ہے یا اسلام اور مسلمانوں کے عظیم تر مفاد کے پیش نظر منتقمانہ جذبات پر رواداری کا دور دورہ قائم ہوجاتا۔

واقعات پر نظر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ رواداری کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔ رواداری کا تعلق عقائد سے نہیں بلکہ اعمال سے ہوتا ہے۔ یعنی اپنے نزدیک دین ودیانت کے ثابت شدہ بنیادی حقائق کو ذرا بھی صدمہ پہنچائے بغیر مخالف فرد یا جماعت کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرنا جو خواہ مخواہ کے تصادم کے امکانات کا خاتمہ کرکے عظیم تر مفاد کے امکانات روشن کردے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ رواداری کی گنجائش عقائد میں نہیں بلکہ اعمال میں ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں صدہا خطرناک فتنے دب جاتے ہیں۔ شورشوں کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملتا، اور وہ لمحات جو دوسری صورت میں تباہ کاریوں کی تخلیق کرتے رواداری طرز عمل کی بدولت اصلاح امت اور جان ومال ملت کی خاطر ٹل جاتے ہیں۔

حکومت وقت کو اپنے مشوروں سے نوازنا

سواد اعظم اس عمل سے جو نتائج چاہے اخذ کرے مگر یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت نے ہر لمحہ اسلامی مفاد کو پیش نظر رکھا، اور کیوں نہ رکھتے جب کہ جامعۂ اسلامی کی تشکیل اور اس کے وجود میں لانے کی عظیم جدوجہد میں حضرت کی ہر طرح قربانیوں کا دخل تھا۔ لہٰذا حکومت وقت کو جب جب کوئی مشکل پیش آتی اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے آپ سے رجوع کیا جاتا تو حضرت علی علیہ السلام اپنے تمام ذاتی اختلافات کو پس پشت ڈال کر انتہائی صحیح اور ایماندارانہ مشورہ پیش فرماتے، جس پر حکومت وقت کی طرف سے لَو لَا عَلِی کی سند بھی عطا ہوئی۔

ایسے مفید اور صحیح مشورے حضرت کی رواداری اور صلح پسندی کے آئینہ دار ہیں۔ اور نتیجہ میں اسلامی معاشرے کی شیرازہ بندی کے ضامن اس عمل سے کبھی یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ عقائد ونظریات میں حضرت علیؑ ارباب اقتدار کے ہم رنگ تھے۔

اس بارے میں تو شروع ہی میں آپ کی جانب سے دربار خلافت میں اتمام حجت کی ساری منزلیں طے ہوچکی تھیں اور اس کے بعد سے خاموش اور صلح کن طرز عمل اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو خطرات سے محفوظ رکھنے کی خاطر اپنا لیا گیا تھا۔ اور اسی جذبہ نے آپ کو کسی نہ کسی شکل میں مسلمانوں کے مسائل سے وابستہ رکھا۔

حضرت کی اس رواداری کا یہ نتیجہ بھی برآمد ہوا کہ دشمنوں کو من گڑھنت افسانے بنانے کے بعد بھی آپ کے

حقیقی فضائل و مراتب کی روشنی کو ماند کرنے میں کامیابی میسر نہ ہوئی۔ اور آپ کے کمالات کا مہرِ نیم روز تعصب اور دشمنی کے گہرے بادلوں میں بھی چھپایا نہ جاسکا۔

قرآن کریم کی واپسی پر سکوت اختیار کرنا

بعد وفات پیغمبرؐ حضرت نے جمع قرآن کا عظیم کارنامہ انجام دیا آیات کو مطابق تنزیل ترتیب دے کر اسے حکومتِ وقت کے رُو برو سرِ دربار پیش فرمایا جسے مصلحت وقت کے پیش نظر قبول نہ کیا گیا اور حضرت کو اسے واپس لینا پڑا۔

دین کی اس بنیادی خدمت کے اس طرح پامال ہونے پر حضرت کو ملال تو ضرور ہوا ہوگا لیکن آپ نے اس بارے میں کوئی ردّوقدح نہ فرمائی۔ حضرت نے صرف واپسی پر ہی اکتفا نہ فرمائی بلکہ اپنے نسخۂ قرآن کے بجائے خود بھی اشاعت نہ کر کے، امت کے درمیان دو قرآن کے رائج ہوجانے کی صورت میں پیدا ہونے والی ہر پیچیدگی اور الجھاؤ کا سدِّ باب کر دیا۔ یہ روادارانہ طرز عمل بھی مفاد ملت کے حق میں قابل قدر اقدام کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب سلمانؓ کی گورنری اور حضرت کا منع نہ کرنا

خلافت ثالثہ کے دور میں جناب سلمانؓ مدائن کی گورنری پر مامور کئے جاتے ہیں اور حضرت علیؑ باوجود اپنے خصوصی اور قریبی تعلقات کے جو جناب سلمانؓ کے ساتھ ثابت ہیں، انھیں قبول کرنے سے منع نہیں فرماتے۔ اس موقع پر بھی یہ حقیقت پھر ایک بار سامنے آتی ہے، کہ حضرت نے ذاتی اختلافات کو اجتماعی مفاد پر قطعاً ترجیح نہ دی۔

حضرت کے پیش نظر یہ امر تھا کہ کم از کم جناب سلمان ہی اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہو کر اسلام کی حقیقی اور سادہ زندگی کا نمونہ پیش کرسکیں۔ تاکہ حاکم اسلامی کی شان کے اصلی خدوخال نمایاں ہوں۔ اور حق کی جانب سے اتمام حجت کی ایک صورت پیدا ہوجائے۔ جیسا کہ ہوا۔ ان کے عہد گورنری کے واقعات سے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، پوری روشنی پڑتی ہے۔

خلافت ثالثہ کے انتشاری دور میں آپ کا خصوصی طرز عمل

خلافت ثالثہ کے آخری دور میں حکومت وقت کی بدعنوانیاں جب رنگ لانے لگیں اور اس سے متاثر ہو کر ملکی فضا مکدر ہوگئی اور غیر مطمئن جماعتیں تبدیلی حالات کے درپے ہوگئیں تو حضرت ہی نے درمیان میں پڑ کر سعی مصالحت فرمائی۔ خلیفۃ المسلمین کو ان کی خامیوں پر انتباہ دیتے ہوئے حملہ آوروں کو باہمی شرائط پر رضامند کر کے واپس کرا دینا امیر المومنین کا کارنامہ تھا۔ مگر حکوت وقت کسی وجہ سے شرائط صلح پر قائم نہ رہ سکی، اور خفیہ سازشوں کا پردہ چاک ہوتے ہی پھر حملہ آوروں کا ہجوم ہوگیا۔ جنھوں نے انتہائی اشتعال میں آکر قصر خلافت کا محاصرہ کرلیا اور پانی کی رسد بھی بند کردی۔ جب حضرت علیؑ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے سابق تجربات کے بعد مداخلت سے انکار کر دیا اور بددلی کے باوجود یہ معلوم ہونے پر کہ پانی بند کر دیا گیا ہے، اپنے دونوں شہزادوں یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کے ذریعہ پانی کے مشکیزے بھجوائے۔ یہ خصوصی عمل بھی اس امر کا شاہد ہے کہ آپ کے اندر رواداری کا احساس قائم اور متحرک تھا۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ اب

مشتعل مجمع خود حضرت کی بات بھی سننے اور ماننے کو تیار نہ تھا۔ ورنہ حضرت نے حملہ آوروں کو کہلوا دیا ہوتا کہ پانی بھیج دو اور جناب حسنینؑ کو زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔ لیکن حالات کی سنگینی اور ماحول کی سختی کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ فرزندان رسولؐ کو حضرت نے اس خدمت پر مامور فرمایا اور رواداری کا ایک نقشِ دوام قائم کر دیا۔

دَورِ اقتدار میں رواداری کا شاندار مظاہرہ

خلافت ثالثہ کے خاتمہ پر جب مسلمانوں کی سیاسی کروٹ نے ایک مرتبہ پھر انھیں حضرت کے قدموں میں لا ڈالا اور روحانی منصب کے عامل کو دنیاوی اقتدار کی ذمہ داریاں بھی سنبھالنے پر مجبور کر دیا گیا تو رجعت پسند طاقتیں اکٹھا ہو کر پھر آپ کے مقابل آگئیں۔ اور غضب یہ ہوا کہ اپنے ناموس کا تحفظ کرتے ہوئے مسلمان حرم رسولؐ اللہ کو میدان جنگ میں لے آئے۔ جنگ ہوئی اور ہمیشہ کا فاتح اس میدان میں بھی فتحیاب رہا نظریاتی صداقت کی تائیدی جدوجہد تمام ہوئی تو نفس کی طہارت اور رواداری کی اہمیت کے مظاہرہ کا موقع آ گیا......تو فریق مخالف......حضرت ام المومنین کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امیرالمومنینؑ نے ان کے تحفظ کا اہتمام فرمایا۔ اور ایک دستۂ فوج کی حفاظت میں مدینہ کی طرف ان کی مراجعت کا انتظام فرمایا۔

رواداری اور صلح پسندی کے یہ بے مثال مرقعے آج بھی تاریخ اسلام وانسانیت کے شاہکار ہیں۔ جو دنیا سے اور خصوصاً امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کی غلامی کا دم بھرنے والوں سے مخالف ماحول اور متصادم معتقدات کی فضا میں بھی ایسے ہی علوی طرز عمل کے اپنانے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

❁❁❁

ایک سے ایکا

م۔ر۔عابد

ایک کے نام پہ ایکا ہو تو کیا اچھا ہے
میل سے دوجا بھی اپنا ہو تو کیا اچھا ہے
چین کا راج ہی چھایا ہو تو کیا اچھا ہے
بیر سب دیس نکالا ہو تو کیا اچھا ہے
ایک کے سب ہیں، سبھی ایک بھی ہوجائیں کہیں

اتحاد

تذہیب نگروری، لکھنؤ

یارو! بہت عظیم عبادت ہے اتحاد
ہر عہد ہر صدی کی ضرورت ہے اتحاد
ہے تفرقہ تمہارے لئے موت کا سبب
ملت کی زندگی کی ضمانت ہے اتحاد

اِتَّحِدُوْ اِاتَّحِدُوْا

حیات قطرہ کی ہوتی ہے صرف پل دو پل
جو بننا چاہو سمندر تو ایک ہوجاؤ
ہر ایک سمت نظر آئے بس خوشی ہی خوشی
جو چاہتے ہو یہ منظر تو ایک ہوجاؤ